ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

Vol.5 No.3 2021

بیماری سے علاج کی ضرورت واہمیت، مقاصد شریعہ کے تناظر میں تحقیقی وتجزیاتی مطالعہ

THE NEED AND IMPORTANCE OF TREATMENT & ITS INTERPRETATION IN SHARIAH

ڈاکٹر سیین اکبر*

محمد ابراہیم طاہر کیلانی**

ABSTRACT

Allah has given us so many gifts and blessings that we simply cannot count them all one of his most awesome blessing to us is our health good or bad .As Allah has created all of creation out of his mercy (Rehmat) as a manifestation of his glorious name 'Al-Rahman' and so no matter what one's destiny is, whether it be health, sickness, wealth, poverty etc. There is mercy and wisdom in it. Therefore during sickness a person should not be hopeless, because in this situation Islamic teachings forced for treatment as much as we cannot even imagine and emphasis to save the life of patient by any mean. But occasionally people confused during medication that which kind of treatment is halal and can we take treatment for protection of the life from any doubtful medicine which is not halal? Basically in compulsion Islam allows this kind of treatment, but somehow it does not allows, it called interpretation of shariah which I try to explain in this paper. This hypothesis will be proved from the verses of the Holy Quran, the sayings of the Holy prophet, the opinions of the Muslim schools of thought and scholars as well. Findings and recommendations will also be discussed.

***Keywords**: Treatment; interpretation; Shariah*

ابتدائے آفرینش سے تاقیامت، جب سے روئے زمین پر حضرت انسان ہے اور جب تک رہے گا۔ تب تک جسم وروح کا رشتہ برقرار ہے تو اس جسم اور روح کو بیماری لگ جانے کا امکان بھی رہتا ہے۔ دین اسلام جسم انسانی اور روح کے امراض کے علاج کا حکم دیتا ہے، انسان جب زمین پر آباد کیا گیا تو اسے وہاں پر رہنے کا سلیقہ سکھانے اور سہولتوں سے فائدہ اٹھانے کا طریقہ سکھانے کے لیے تاریخ کے ہر دور میں رسول آئے۔ یہ لوگوں کو اچھی زندگی گزارنے کا اسلوب سکھاتے تھے جن میں سے ایک صحت مند رہنا بھی رہا ہے۔ تندرستی کو قائم رکھنے اور کھوئی ہوئی صحت کو واپس لانے کی ذمہ داری ایک روحانی علم سمجھا جاتا رہا ہے اور تاریخ کے ہر دور اور ہر مذہب میں علاج کرنے والے مذہبی پیشوا نظر آتے ہیں۔ مصر قدیم میں معبدوں کے پروہت علاج کرتے تھے۔ شاستروں کے مطابق علاج کا علم برہما کو تھا اس نے انسانوں کے فائدے کے لیے بھاردواج اور اس کے بعد اسنی کمار کو ایک لاکھ اشلوک یاد کروادیئے تاکہ وہ لوگوں کا بھلا کرسکیں۔ حضرت داؤدؑ الادویہ کے بانی تھے۔ کیونکہ جب وہ چلتے تھے تو ہر درخت اور پتھر ان سے مخاطب ہوکر اپنا نام اور فائدہ بتاتا تھا۔ وہ ان کو لکھ لیا کرتے تھے اور اس طرح علم الادویہ پر پہلی کتاب معرض وجود میں آئی۔ قرآن مجید نے حکمت کے علم کی اہمیت پر ارشاد فرمایا:

وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِىَ خَيْرًا كَثِيْرًا(1)

"ہم جسے حکمت سکھاتے ہیں اسے لوگوں کی بھلائی کا بہت بڑا فریضہ عطا کر دیا گیا۔"

اور بھلائی کا یہ ذریعہ جب ایک برگزیدہ بندے لقمان کو عطا ہوا تو ارشاد ہوا:

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ (2)

"ہم نے لقمان کو حکمت کا علم عطا کیا تو اس عطیہ پر اس کے لیے شکر واجب ہو گیا۔"

لقمان کو حکمت کا علم ایسا شاندار ملا کہ لوگ آج بھی اپنے آپ کو طب میں لقمان کہلوانا فخر کی بات جانتے ہیں۔ اور یہ بات تو طے ہے کہ خدا کو ہر چیز کا علم ہے اور اس کی صفات میں شفا دینے والا اور حکمت والا شامل ہے۔ وہ یہ کہ جو علیم، حکیم، شافی اور اعلیٰ ہے بلکہ اعلان خداوندی شاہد ہے کہ:

وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ (3)

"جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہ (اللہ تعالیٰ) مجھے شفاء دیتا ہے۔"

علاج معالجہ کی ضرورت واہمیت

علاج معالجہ کو کبھی بھی توکل کے منافی نہیں سمجھنا چاہیے۔ کیونکہ یہ تو صرف سبب ہے، جس طرح بھوک پیاس کو ختم کرنے کے لیے کھانا پینا ضروری ہے۔ بالکل اسی طرح بیماری میں علاج کروانا بھی ایک ضروری امر ہے اور اس دوران علاج سے بڑھ کر اسباب کو پیدا کرنے والے رب رحیم کے ساتھ تعلق قائم کرنا بھی ازحد ضروری ہے۔ کیونکہ جب بندہ بیمار ہوتا ہے تو حقیقی شفایابی اللہ ہی دیتا ہے اور ایسا کوئی مرض نہیں کہ جس کا علاج نازل نہ کیا گیا ہو جس کی وضاحت فرمانِ رسول ﷺ کی روشنی میں کچھ یوں ملتی ہے کہ:

مانزل اللہ داء الا انزل لہ شفاء۔(4)

---

* انٹرنیشنل پوسٹ ڈاک فیلو، ادارہ تحقیقات اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد، پاکستان

** لیکچرر، شعبہ علوم اسلامیہ، دی یونیورسٹی آف لاہور، لاہور

"اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسا مرض نازل نہیں کیا ہے مگر یہ کہ اس کا علاج بھی نازل کیا ہے۔"

اسی طرح مزید ارشاد فرماتے ہیں کہ:

ان اللہ انزل الداء والدواء، وجعل لکل داء دواء فتد اووا ولاتداووا بحرام۔(5)

"اللہ تعالیٰ نے مرض اور شفاء نازل کئے، اور ہر مرض کے لیے شفاء بھی (نازل) کر دی ہے، پس تم علاج کیا کرو اور حرام سے علاج نہ کرو۔"

جہاں اسلام بیماری کے علاج کا فلسفہ بتاتا ہے اور یہ بتاتا ہے کہ ہر بیماری کا علاج اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے پس تم علاج ضرور کراؤ۔ وہیں کس قسم کا علاج کروانا درست ہے اس کی بھی ترغیب دیتا ہے تو بیماری کے سامنے ہتھیار نہ ڈالے جائیں بلکہ صبر و استقامت کے ساتھ بیماری کا مقابلہ کیا جائے اور علاج معالجے میں کوئی کمی نہیں چھوڑنی چاہیے، مزید اس کے علاوہ بعض حالات میں علم العلاج کا اہم ترین اصول احتیاطی طبی تدابیر کا حکم بھی فرمایا ہے، حدیث پاک میں ہے کہ:

لا یورد الممرض علی المصح (6)

"بیماروں کو تندرست پر نہ لاؤ۔"

مندرجہ بالا حدیث پاک کی روشنی میں یہ سبق ملتا ہے کہ دورانِ بیماری تندرست کو احتیاط برتنی چاہیے کیونکہ بعض امراض میں لعاب، سانس، پیشاب، پاخانہ اور جنسی تعلقات سے اٹھنے والے جراثیم سے منتقل ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا اس عمل کو بھی معالجے کا حصہ قرار دیا گیا، اس ضمن میں حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ:

عن ابی بریرہؓ قال قال رسول اللہ ﷺ لا عدویٰ ولا صفر ولا ہاملۃ فقال اعرابی مابال الابل تکون فی الرمل کانہا الظباء فیخالطہا البعیر الاجرب فیجربہا قال فمن اعدیٰ الاول ، قال معمر قال الزہری فحدثنی رجل عن ابی ہریرہ انہ سمع النبی ﷺ یقول لایوردن ممرض علی مصح قال فراجعہ الرجل فقال الیس قد حدثنا ان النبی ﷺ قال لا عدویٰ ولا صفر ولا ہامۃ قال کم احدثکموہ قال الزہری قال ابو سلمہ قد حدث بہ وما سمعت ابا ہریرہؓ نسی حدیثاً قط غیرہ۔ (7)

"حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مرض کا متعدی ہونا کوئی چیز نہیں اور صفر کوئی چیز نہیں اور ہامہ کوئی چیز نہیں۔ اس پر ایک اعرابی بولا کہ اونٹ صحرا میں ہرنوں کی مانند ہوتے ہیں اور پھر خارش زدہ اونٹ ان میں آملتا ہے تو انھیں بھی خارش زدہ کر دیتا ہے، حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر یہی بات ہے تو پہلے اونٹ کو بیماری کس نے لگائی؟ معمر نے زہری کے حوالے سے ایک شخص کے واسطے سے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ بیمار اونٹوں والا اپنے اونٹوں کو تندرست اونٹوں سے لا کر نہ ملائے۔ پس راوی نے ابوہریرہؓ سے پوچھا کہ کیا تو نے اس سے پہلے ہمیں یہ حدیث نہیں سنائی کہ نبیؐ نے فرمایا مرض کا متعدی ہونا کوئی چیز نہیں، صفر کوئی چیز نہیں اور ہامہ کوئی چیز نہیں، حضرت ابوہریرہؓ نے کہا کہ میں نے تمھیں وہ حدیث نہیں سنائی۔ زہری نے کہا کہ ابو سلمہ نے کہا، ابوہریرہؓ یہ حدیث سنا چکا تھا اور اس حدیث کے سوا میں نے ابوہریرہؓ کو کوئی حدیث بھول جاتے نہیں سنا۔"

نبی ﷺ نے تندرستی کی بقا اور بیماریوں کے علاج کے بارے میں بڑی اہمیت کی لازوال ہدایات فرمائی ہیں جیسا کہ آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ:

اذا سمعتم بہ بارض فلا تقدموا علیہ واذا وقع بارض وانتم بہا فلا تخرجوا فراراً منہ (8)

"جب تم کسی مقام پر طاعون کی اطلاع پاؤ تو وہاں نہ جاؤ، اور اگر وہیں پھوٹ پڑے جہاں تم ہو تو اس سے باہر نہ جاؤ۔"

مزید حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

فرمن المجذوم کما تفرمن الاسد (9)

"کوڑھی سے یوں بھاگو جیسے شیر سے بھاگتے ہو۔"

مندرجہ بالا احادیث کی روشنی میں مولانا منظور احمد کچھ یوں لکھتے ہیں کہ:

"حضور ﷺ کا یہ حکم کہ اس علاقے میں مت جاؤ ثابت کرتا ہے کہ اس سے بچنا ضروری ہے اور خواہ مخواہ اپنے آپ کو تلف کرنے کے لیے پیش نہ کرنا چاہیے اور یہ جو فرمایا کہ اس سے بھاگ کر اس علاقے سے مت نکلو اس میں توکل اور حکم خداوندی کو تسلیم کرنے کا اثبات ہے۔ پہلا حکم تادیب و تعلیم کے لیے ہے اور دوسرا تفویض و تسلیم پر مبنی ہے۔ جدید طب میں جو احتیاطی تدابیر وبا پھوٹ پڑنے کے وقت اختیار کی جاتی ہیں ان میں تدابیر کو بڑی اہمیت حاصل ہے کہ وبازدہ علاقہ سیل کر دیا جاتا ہے یعنی نہ وہاں کوئی جائے اور نہ وہاں سے کوئی باہر آئے۔ طب ہزار ہا سال کے بعد جس نتیجے پر پہنچی ہے وہ اس نبی امی ﷺ نے نہایت سادہ الفاظ میں ڈیڑھ ہزار سال پہلے صحرائے عرب میں فرما دیا تھا۔"(10)

ارشادِ نبوی ﷺ اگر توجہ میں رہیں تو کتنی بیماریوں سے بچاؤ ہو سکتا ہے اور ویسے بھی صحت اللہ جل جلالہ کی عظیم ترین نعمت ہے۔ مشاہدے کی بات یہ ہے کہ اگر انسان صحت مند ہے تو وہ معاشرتی زندگی کے معمولات اور عبادت الٰہی میں پورے نشاط اور استمرار کے ساتھ مشغول ہوتا ہے اور اگر صحت کی یہ نعمت میسر نہ ہو تو پھر جتنا بھی دل کو اللہ کی طرف متوجہ کرے یا روزمرہ کے فرائض انجام دینا چاہے اُس کو نشاط اور استقامت حاصل نہیں ہوتی۔ اسی وجہ سے شریعت میں صحت کی نعمت کی بہت اہمیت بیان فرمائی ہے، ارشاد نبوی ہے:

عن ابن عباسؓ قال: قال رسول اللہ ﷺ : نعمتان مغبون فیہما کثیر من الناس الصحۃ و الفراغ۔(11)

"حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ دو نعمتیں ایسی ہیں جن کے بارے میں بہت سے لوگ ناقدری کرتے ہیں(1) صحت (2)فراغت۔"

صحت کا میدانِ حشر میں سوال

ہمیں اپنی صحت کا خاص خیال رکھنا چاہیے۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے بھی فرمایا دیا کہ دو نعمتیں ایسی ہیں کہ جن کے بارے میں لوگ ناقدری کرتے ہیں اُس میں ایک صحت کی ناقدری کا ذکر بھی فرمادیا جبکہ ہمیں اللہ کی دی ہوئی اس نعمت کی قدر کرنی چاہیے کیونکہ صحت ہے تو سب کچھ ہے اور اسی طرح فرماتے ہیں کہ: صحت کا میدانِ حشر میں بھی سوال ہو گا جس کی وضاحت اس حدیث مبارکہ میں کچھ یوں فرماتے ہیں کہ:

عن ابی ہریرۃؓ یقول عن قال رسول اللہ ﷺ : اول مایسال عنہ یوم القیامۃ یعنی العبد من النعیم ان یقال لہ: الم نصح لک جسمک ونروک من الماء البارد۔(12)

"حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا: کہ رسول ﷺ نے فرمایا کہ پہلے جس چیز کا سوال ہو گا بندے سے قیامت کے دن یہ ہے کہ اس سے کہا جائے گا کہ کیا ہم نے تیرا بند درست نہ رکھا؟ اور کیا تجھے ٹھنڈے پانی سے سیر نہ کیا تھا؟"

اس لیے ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ اپنی صحت کا خیال رکھے اور بروقت علاج معالجہ کروائے کیونکہ انسان کا وجود اور اس کی حیات خود اس کے لیے ایک امانت خداوندی ہے اس کی حفاظت صرف اس لیے ضروری نہیں کہ انسانی فطرت اس کا تقاضا کرتی ہے بلکہ اس لیے بھی ضروری ہے کہ اس سے انحراف خدا کی ایک امانت کے ساتھ خیانت اور حق تلفی ہے۔ اور جس کے بارے میں میدان حشر میں بھی پوچھا جائے گا۔

صحت کا اثر انسانی اخلاق پر

انسانی اخلاق پر صحت بہت اثر انداز ہوتی ہے کیونکہ اچھی صحت انسان کو دوسروں کی خدمت، عبادات اور روز مرہ کے تمام کاموں میں موثر کردار سرانجام دینے پر مجبور کرتی ہے اور خوشگوار زندگی کے مواقع فراہم کرتی ہے اور اگر کوئی بیمار ہو تو مایوسی، گھبراہٹ، چڑچڑاپن، ناامیدی اور اللہ تعالیٰ سے شکوہ شکایت عموماً عام پایا جاتا ہے، بسبب جس کے انسان بے بس و مجبور ہو جاتا ہے اس لیے علاج معالجہ کے ضمن میں لاپرواہی نہ برتی جائے کیونکہ بوجہ صحت ہی انسان دوسروں کے کام آسکتا ہے ورنہ محتاجی کی صورت میں وہ دوسروں پر بوجھ بن جاتا ہے۔ اور دل کی خوشگواری سے بھی ناامید ہو جاتا ہے۔ جبکہ دل کا خوشگوار ہونا بھی اللہ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

عبد اللہ ابن خبیب عن ابیہ عن امہ قال کنا فی مجلس فجاء النبی ﷺ علی راسہ اثرماء فقال لہ بعضنا نراک الیوم طیب النفس فقال اجل والحمد للہ ثمہ افاض القوم فی ذکر الغنی لا بأس بالغنی لمن اتقی ، والصحۃلمن اتقی خیر من الغنی وطیب النفس من النعیم۔(13)

"عبد اللہ بن خبیب نے اپنے باپ سے انھوں نے اپنے چچا سے روایت کی کہ ہم ایک مجلس میں تھے اتنے میں آنحضرت ﷺ آئے آپ کے سر پر پانی کا نشان تھا ہم میں سے بعض لوگوں نے کہا ہم آپ کو آج کے دن خوش پاتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں الحمد اللہ پھر لوگوں نے مالداری کا ذکر کیا آپ ﷺ نے فرمایا: مالداری اگر تقوے کے ساتھ ہو تو کچھ قباحت نہیں ہے اور صحت بہتر ہے متقی کے لیے مالداری سے اور دل کا خوش رہنا یہ بھی ایک نعمت ہے۔"

انسان اللہ جل شانہ کی ہر نعمت کا محتاج ہے خاص کر کے صحت اور تندرستی کا محتاج تو بہت زیادہ ہے۔ اور اگر کسی کو صحت و تندرستی کی نعمت حاصل ہے تو سب کچھ ہے اور اگر صحت و تندرستی نہیں ہیں تو ساری دنیا کا بھی مالک بن جائے تو اس کی زندگی اجیرن ہے۔ اسی لیے مریض کے لیے ضروری امر یہ ہے کہ مرض کے لاحق ہوتے ہی سب سے پہلے درست طریقے سے اپنا علاج معالجہ کرائے، بروقت اپنی ادویات استعمال کرے۔

بروقت علاج معالجہ

بیماری میں علاج کروانا سنت نبوی ﷺ ہے اور یہ توکل کے خلاف نہیں کیونکہ آپ ﷺ نے خود علاج کروانے کی ترغیب دی ہے اور خود بھی اپنا علاج کیا اور کروایا ہے۔

حضرت اسامہؓ سے روایت ہے کہ:

عن اسامۃ بن شریکؓ قال اتیت عن النبی ﷺ واصحابہ کا نما علی روسٔھم الطیر فصلمۃ ثم من ھھنا و ھھنا فقالو یا رسول اللہ ﷺ انتداوی؟ فقال تواووافان اللہ تعالیٰ لم یضع دآء الا وضع لہ دوآء غیر داء واحدٍ الھرم۔(14)

"اسامہ بن شریکؓ روایت فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں آیا اس حال میں کہ آپ کے صحابہ ایسی حالت میں تھے گویا اُن کے سر پر پرندے ہوں میں نے سلام کیا پھر میں بیٹھ گیا، پھر دیہاتی ادھر اُدھر سے آئے انھوں نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ علاج فرماتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: علاج کیا کرو بے شک اللہ تعالیٰ نے کوئی بیماری پیدا نہیں فرمائی مگر اس کے لیے دوا بھی پیدا فرمائی، سوائے ایک بیماری کے اور وہ ہے بڑھاپا۔"

نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد کہ علاج کیا کرو اور ہر بیماری کا علاج ہے یہ ان افسردہ و ناامید لوگوں کے لیے ایک امید کی کرن بھی ہے کہ انھیں ناامید نہیں ہونا چاہیے اور ہر وقت علاج معالجہ کی سہولت سے ضرور فیض یاب ہونا چاہیے کیونکہ بیماری بھی دنیا میں ہے اور ان سب کی دوا اللہ تعالیٰ نے اُتاری ہے کوئی مرض لاعلاج نہیں ہے۔ ہاں اتنی بات ممکن ہے کہ انسانوں کو اس کی دوا کا علم نہ ہو۔ بات یہ ہے کہ شفاء تو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ میں رکھی ہے اس لیے طبیب جب دوا دیتا ہے اور مریض کے موافق ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ بھی شفاعطا فرمادیتے

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.5 No.3 2021

ہیں اور مریض کے موافق نہ ہو تو پھر شفا نہیں ملتی۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ اس کا علاج ممکن نہیں ہے یا مطلب یہ ہے کہ بعض امراض دوا کے اثرات قبول نہیں کرتے اور جو دوا کے اثرات قبول کر لیتے ہیں ان کو شفا مل جاتی ہے۔ اس لیے بروقت علاج کروانا بے حد ضروری ہے۔ کیونکہ انسان کا جسم خدا کی امانت ہے اور اس کی حفاظت وبروقت علاج ہماری ذمہ داری ہے اور اسی وجہ سے شریعت مطہرہ نے ترغیب دی ہے کہ بروقت علاج کرایا جائے اور اپنے آپ کو ہلاکت سے بچانا چاہیے کیونکہ بیماریوں کا علاج کرانا سنت ہے اور علاج نہ کرنا خودکشی کے مترادف ہے۔ جو روح اسلام کے خلاف ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ۔(15)

"اپنے آپ کو قتل نہ کرو۔"

مزید فرماتے ہیں کہ:

وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ۔(16)

"اپنے ہاتھوں خود کو تباہی کے گڑھے میں نہ ڈالو۔"

یعنی کوئی بھی ایسا عمل جو روحِ اسلام کے خلاف ہو تو اُس سے اجتناب ایک لازمی امر ہے کیونکہ اُس میں انسان کے لیے صرف تباہی ہے۔ اس لیے بیمار پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ اگر مرض کی تشخیص ہو چکی ہے تو وہ ادویات کا استعمال وقت پر جاری رکھے اور ساتھ ہی طبیب سے رجوع کرتا رہے تاکہ بیماری پر بروقت قابو پایا جا سکے اور مرض کے بڑھنے کے امکانات بھی کم ہو جائیں۔

بروقت علاج معالجہ کے احکامات اس لیے بھی فرمائے گئے ہیں کہ بیماری کی وجہ سے نہ صرف وہ بلکہ اُس کے اہل وعیال کو بھی تکلیف وپریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے کیونکہ بعض اوقات تو متعدی وسنگین امراض کی وجہ سے ان امراض کی منتقلی کا خدشہ بھی رہتا ہے بسبب جس کہ معاشرے اور خاندان کے متاثر ہونے کا خطرہ درپیش رہتا ہے۔ اس لیے اس ضمن میں اپنا اور دوسروں کا خیال رکھتے ہوئے جلد از جلد علاج کروانا چاہیے۔ کیونکہ اسلام جہاں خود کو تکلیف وضرر دینے سے منع فرماتا ہے وہیں دوسروں کے ضرر سے بھی منع فرمایا ہے۔ یعنی کسی بھی شکل میں نہ صرف اپنی ذات کو نقصان سے دوچار کرنا چاہیے اور نہ دوسروں کو جیسے اپنی ذات کو نقصان پہنچانے کے کئی طریقے ہو سکتے ہیں مثلاً بیمار ہے علاج نہیں کرواتا، دیوار سے سر ٹکراتا، بیماریوں کے اسباب سے احتراز کرے یا ان سے بچاؤ کے ضروری ذرائع اختیار کرنے میں غفلت اور لاپروائی برتے یا اپنی صحت کا تحفظ نہ کرے وغیرہ۔ لہٰذا اس صورت میں اپنا بروقت علاج کروانا ضروری ہے، ورنہ اس طرح نہ صرف مریض بلکہ خاندان کے افراد کی زندگی بھی متاثر ہوگی۔ لہٰذا اسلامی اور شرعی نقطہ نگاہ سے مریض کو بیماری کے بتانے کا حکم ہے اس کو چھپانا اور بروقت علاج نہ کروانا گناہ ہے۔

اور جیسا کہ معالج (طبیب) کو قانوناً علاج ومعالجہ کی اجازت ہے جس میں مریض کا علاج اور طبی احتیاطیں ملحوظ کرنا مثلاً بعض ضروری جانچیں اور مریض کی پوری طور پر دیکھ بھال کرنا وغیرہ جس میں بالخصوص کسی حادثے اور علاج کی انتہائی صورت کے دوران اسے ابتدائی طبی امداد فراہم کرنا ڈاکٹر کی ذمہ داریوں میں سے ایک اہم ذمہ داری ہے کیونکہ علاج معالجہ کے ذریعہ سے انسان جان کو بچانا ایک اہم اور ضروری امر ہے۔ لہٰذا طبیب علاج اور تدبیر صحت کو چھ باتوں پر مرکوز کر دے، جن میں

i. موجودہ صحت کی حفاظت۔
ii. فوت شدہ صحت وقوت کی بازیابی امکانی حد تک۔
iii. اہم فساد کے پیش نظر ادنیٰ فساد کا لحاظ رکھنا۔
iv. مرض کا ازالہ حسب الامکان۔
v. ادنیٰ مصلحت کے پیش نظر اعلیٰ مصلحت کو ضائع نہ ہونے دینا۔
vi. حسب الامکان تخفیف مرض۔

ان مذکورہ طبی احتیاطوں پر ہی علاج کا دارومدار ہے جو معالج ان اصول کی رعایت نہیں کرتا اور ان ذمہ داریوں کو قبول نہیں کرتا وہ معالج نہیں۔(17)

ابتدائی طبی امداد کے ضمن میں ازراہ علاج کسی بھی حد تک جاکر علاج معالجہ کی سہولت کو فراہم کرنا طبیب کا فرض عین ہونا چاہیے اور اگر کوئی خاتون جسے اچانک طبی امداد کی ضرورت ہو تو اس سلسلے میں علامہ جلال الدین السیوطی لکھتے ہیں کہ:

"ضرورت کے بقدر ہی ایسی ناجائز باتیں جائز رہیں گی مثلاً (مرد) ڈاکٹر نے کسی اجنبی عورت کو علاج کی غرض سے دیکھا تو اتنا ہی حصہ کھولے جتنا ناگزیر ہے۔"(18)

یعنی دورانِ علاج ڈاکٹر کو ہرگز یہ نہیں سوچنا چاہیے کہ وہ ایک مرد ہے اور وہ عورت کا علاج نہ کر سکے گا اسے تکلیف انتہائی مجبوری کے عالم میں فرض کو پورا کرنے کی سوچنی چاہیے کیونکہ بعض اوقات مجبوریاں ناجائز کو جائز کر دیتی ہیں اور پھر اگر وہ ایسی ہوں کہ ان کے بغیر کوئی اور چارہ بھی نہ ہو تو ایسی حالت میں رعایت برتی گئی ہے کیونکہ انسانی زندگی کو بچانا شریعت میں ایک اہم اور لازمی عنصر مانا گیا ہے۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.5 No.3 2021

علاج معالجہ کی شرعی مصلحتیں

شریعت دراصل انسان کے مصالح، ضروریات اور مفادات کے تحفظ ہی کے لیے نازل کی گئی ہے تاکہ انفرادی و اجتماعی سطح کے مسائل کا حل اگر قرآن و حدیث میں موجود نہ ہوں یا کوئی عمل کرنے یا نہ کرنے کی وضاحت نہ ملتی ہو تو اللہ کے عبادت گزار بندوں، فقہاء و عابدین سے مشورہ کر کے فیصلہ کیا جاسکے، جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۱۹

"اہل ذکر سے پوچھ لو اگر تم لوگ خود نہیں جانتے۔"

اس آیت کے ضمن میں حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ:

عن علیؓ قال قلت یا رسول اللہ ﷺ ان ننزل بنا امرلیس فیہ بیان امرولانھی فماتامرنی ، قال شاوروا فیہ الفقھاء والعابدین ولاتمضو افیہ رأی خاصۃ(۲۰)

"حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ اگر کوئی ایسا مسئلہ پیش آئے جس میں آپ ﷺ کا کوئی بیان، کرنے یا نہ کرنے کا نہ ملتا ہو تو آپ ﷺ کیا ارشاد فرماتے ہیں کہ کیا کیا جائے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ فقہاء و عابدین سے مشورہ کر کے فیصلہ کیا کریں شخصی رائے کو دخل نہ دیں۔"

جہاں تک طب و علاج کے معاملات ہیں تو اس ضمن میں فقہاء نے خاطر خواہ کام کیا ہے تاکہ عصر حاضر میں جدید میڈیکل سائنس سے متعلق مسائل کو زیر غور لا کر ان کا حل پیش کیا جاسکے اور بالخصوص اس لیے بھی کہ آج کل عام طور پر بعض تجدد پسند حضرات طب اور طب سے جڑے دوسرے تمام مسائل میں مصالح، ضرورت اور مفاد عامہ کا سہارا لینے کی کوشش کرتے ہیں اور ایسی ہر نئی تحریک کو یہ کہہ کر سند جواز دینے کی سعی کی جاتی ہے کہ یہ لوگوں کے عام مفاد، ضرورت اور مصالح کا تقاضا ہے۔ لیکن در حقیقت مصالح کا اعتبار کب؟ اور ضرورت کیا ہے؟ ان کو سمجھنا انتہائی ضروری ہے کیونکہ فقہا نے علاج معالجے کے قواعد بھی انہیں زیر غور رکھتے ہوئے مرتب کیے ہیں۔

مصالح و مفادات کی رعایت

آج کل عام طور پر بعض تجدد پسند احکام و مسائل میں مصالح اور مفاد عامہ کا سہارا لینے کی کوشش کرتے ہیں اور ایسی ہر نئی تحریک کو یہ کہہ کر سند جواز دینے کی سعی کی جاتی ہے کہ یہ لوگوں کے عام مفاد اور مصالح کا تقاضا ہے۔ اس سلسلہ میں اس حقیقت کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کہ اسلام نے انھیں مصالح اور مفادات کی رعایت کی ہے جو شریعت کی روح، اسلام کے مزاج اور کتاب و سنت کی بنیادی تعلیمات سے متصادم نہیں ہوں، شریعت کی نگاہ میں وہی مصالح معتبر ہیں جسے شریعت تسلیم کرتی ہو، آدمی کی خواہش اور عقل اس کے لیے معیار اور کسوٹی نہیں بن سکتی، ابواسحٰق شاطبی فرماتے ہیں:

المراد بالمصالح والمفاسد ماکانت کذلک فی نظر الشرع لاماکان ملائما او منافر اللطبع (۲۱)

اور حقیقت یہ ہے کہ اگر انسان کی ہر چاہت اور خواہش کو مصالح کا نام دیا جاتا رہے اور شرعی اور غیر شرعی مصالح کے درمیان کوئی فرق نہ کیا جائے، تو شریعت ایک مذاق اور انسان کے ہاتھوں بنایا اور توڑا جانے والا کھلونا بن کر رہ جائے گی اور انتہائی غیر دینی اور غیر اخلاقی باتوں کو بھی مفاد عامہ اور مصالح کی آڑ میں جائز قرار دینے کی گنجائش نکل آئے گی۔ اس لیے مصالح صرف وہی معتبر ہیں جو شریعت اسلامی کے مزاج سے ہم آہنگ ہوں۔

ضرورت و احکام شرعیہ

فقہ کی اصطلاح میں جس چیز کو ضرورت کہا جاتا ہے وہ ہماری سوسائٹی میں عام طور پر بولے جانے والے لفظ "ضرورت" سے بہت مختلف ہے، فقہاء نے احکام شرعیہ کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے جن کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا سیف اللہ کچھ یوں لکھتے ہیں کہ:

۱۔ **ضروریات:** یعنی وہ امور جو شریعت کے پانچ بنیادی مقاصد، جان، مال، دین، نسل اور عقل کے تحفظ کے لیے آخری درجہ ضروری ہوں اور اگر ان کی اجازت حاصل نہ ہو تو پانچ چیزوں میں سے کوئی چیز محفوظ نہ رہ سکے، مثلاً اگر فاقہ اور بھوک سے موت کا اندیشہ ہو تو شراب پینے اور سور کا گوشت کھانے کی اجازت دی گئی، اس لیے کہ اس وقت اس کے بغیر جان کا تحفظ ممکن نہیں ہے، ایسی ہی ناگزیر ضرورت کو فقہ کی اصطلاح میں "ضروریات" کہا جاتا ہے۔

۲۔ **حاجیات:** ضرورت کے بعد دوسرا درجہ حاجت کا ہے، حاجت یا حاجیات سے ایسی چیزیں مراد ہیں، جن پر ان پانچ مقاصد کا پایا جانا اور انسان کی ان بنیادی ضرورتوں کا تحفظ موقوف تو نہیں ہو لیکن اگر ان کی اجازت نہ دی جائے تو آدمی کو مشقت اور دشواری ہو، مثلاً بلی کا جھوٹا اصلاً ناپاک ہونا چاہیے اس لیے کہ وہ درندہ ہے اور تمام درندوں کے جھوٹے حرام ہیں، نیز اگر بلی کا جھوٹا حرام کر ہی دیا جاتا، تو بھی ایسا نہ تھا کہ آدمی اپنی جان پامال کی حفاظت کر ہی نہیں سکتا، البتہ چونکہ بلی کا ہر وقت گھروں میں آمد و رفت رہتی ہے اس لیے اس کا جھوٹا حرام قرار دینے کی وجہ سے دشواری اور مشقت پیدا ہو جاتی، لہٰذا شریعت نے عام ضابطہ کے برخلاف "بلی کے جھوٹے" کو حرام نہیں رکھا، اس لیے بلی کا جھوٹا حاجیات میں شمار کیا جاسکتا ہے۔

۳۔ **تحسینیات:** اور تیسرا درجہ "تحسین" ہے تحسین سے مراد وہ احکام ہیں کہ ان پر انسان کی زندگی موقوف بھی نہ ہو اور ان کے نہ ملنے کی وجہ سے آدمی کسی بڑی مشقت میں مبتلا بھی نہ ہو جائے، البتہ مزید راحت، آسانی اور زینت کے لیے اس کی اجازت دی گئی ہو مثلاً عمدہ کھانا، اچھا کپڑا۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.5 No.3 2021

اس کو ایک مثال سے یوں سمجھا جاسکتا ہے کہ انسان کے جسم چھپانے کے لیے محض ایک معمولی سا کوئی بھی کپڑا کافی ہے، لہٰذا اس قدر کپڑا آدمی کے لیے "ضرورت" ہے اور سردی گرمی کے بچاؤ کے لیے موسم کے مناسب کپڑا حاجت ہے، کہ اگر اس کی رعایت نہیں کی جائے تو مشقت اور دشواری پیدا ہوگی اور خوب صورت اور عمدہ قسم کے جائز کپڑے "تحسینیات" میں شمار ہوں گے۔

"ضرورت" کی وجہ سے بہت سی ناجائز چیزوں کے جائز ہو جانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ صورتیں جو اوپر ذکر کی گئیں تشریح کے مطابق انسان کی "ضروریات" میں داخل ہوں، وہ غیر معمولی حالات میں عبوری طور پر جائز ہو جاتی ہیں، اسی طرح "حاجیات" کے ذیل میں آنے والے وہ امور کہ " اگر ان کی اجازت نہ دی جائے تو غیر معمولی مشقت پیدا ہو جائے" بھی ان حالات میں جائز قرار پاتے ہیں۔ لیکن ایسی حاجیات کہ اگر ان کی اجازت نہ دی جائے تو تھوڑی دشواری پیدا ہو جائے یا "تحسینیات" جو زینت اور راحت رسانی کے لیے ہیں ان پر نہ ضرورت کا اطلاق ہوتا ہے اور نہ وہ قرآن وحدیث کی اجازت کے بغیر کسی بھی وقت جائز ہو سکتے ہیں۔(۲۲) ضرورت کے ضمن میں ناجائز امور بھی جائز ہو جاتے ہیں۔

عصر حاضر میں تعلیم یافتہ واکثر لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ اسلام نے بعض چیزوں کو حلال جبکہ بعض دوسری چیزوں کو حرام قرار دیا ہے اس کی کیا مصلحت ہے۔ اللہ رب العزت نے بعض چیزوں کو حلال اور بعض کو حرام متعین کیا، جس کی بہت مصلحتیں ہیں جن تک انسانیت اللہ کی توفیق سے ہمیشہ پہنچتی رہے گی سر دست ہم میڈیکل کے حوالے سے جائزہ لیتے ہیں کوئی حلال ایسا نہیں جس کے حلال کرنے کی حکمت نہ ہو اور کوئی حرام ایسا نہیں کہ جس کی حرمت کے پس منظر کوئی طبی حکمت نہ ہو، دراصل وہ اشیاء کہ جن کو حرام اور ناپسندیدہ قرار دے دیا گیا اس کی مصلحت کچھ یوں ہے کہ اس شئے کا استعمال کم سے کم کریں وہ بھی بحالت مجبوری، کیونکہ اس کے مضر اثرات کثرت میں اور فوائد بہت کم پائے جاتے ہیں۔

حرام اشیاء سے علاج

علاج معالجہ سے متعلق فقہاء نے جو قواعد مقرر کیے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ اعذار اور مجبوریوں کی وجہ سے ناجائز اور حرام حلال ہو جاتا ہے، اس سلسلے میں ابن نجیم لکھتے ہیں کہ:

الضرورات تبیح المحذورات (۲۳)

اس قاعدہ کی بنیاد قرآن وحدیث دونوں میں موجود ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ج فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ طاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ(۲۴)

"تم پر مردہ اور (بہاہوا) خون اور سور کا گوشت اور ہر وہ چیز جس پر اللہ کے سوا دوسروں کا نام پکارا گیا ہو حرام ہے، پھر جو مجبور ہو جائے اور وہ حد سے بڑھنے والا اور زیادتی کرنے والا نہ ہو اس پر ان کے کھانے میں کوئی گناہ نہیں۔"

یعنی قرآن نے اضطرار کی حالت میں مردار اور خنزیر وغیرہ استعمال کی اجازت دی ہے، بشرطیکہ صرف اتنا کھائے کہ رمق حیات باقی رہے۔ جبکہ حدیث پاک میں ہے کہ:

عن عمرو بن یحییٰ المازنی عن ابیہ ان رسول اللہ ﷺ قال لا ضرر ولا ضرار (۲۵)

"عمرو بن یحییٰ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نہ ضرر ہے اسلام میں نہ ضرار۔"

ضرر یہ ہے کہ بے وجہ کسی کو نقصان پہنچائے یہ کہ ایک شخص نے اپنے تئیں نقصان پہنچایا اسی لیے فقہاء کے ہاں اس احکام کی تطبیق و تشریح کے لیے ایک مستقل اصل مانا گیا ہے، اس کے ضمن میں علامہ سیوطیؒ لکھتے ہیں کہ:

"اس پر احتیاطی شرط کا بھی اضافہ کیا ہے کہ وہ ضرورت اس ناجائز فعل سے کم نہ ہو مثلاً اگر کسی شخص کو دوسرے شخص کے قتل کرنے یا کسی عورت سے زنا کرنے پر مجبور کیا جائے تو اس کے لیے دوسرے کا قتل یا زنا جائز نہ ہوگا کہ اپنی جان جانے کا اندیشہ دوسرے کے قتل یا زنا سے کم تر بات ہے، اور مزید لکھتے ہیں کہ سینکڑوں احکام فقہ کی کتابوں میں اسی قاعدہ پر مبنی ہیں، مثلاً حلق میں لقمہ اٹک جائے اور شراب کے سوا کوئی سیال چیز نہ ہو جس کے ذریعہ لقمہ حلق سے اتارا جاسکے تو شراب کا استعمال کیا جاسکتا ہے۔"(۲۶)

حرام وناپاک اشیاء کے بطور علاج جائز ہونے کا مسئلہ بھی اسی قاعدہ سے متعلق ہے کہ:

"جو مجبوریاں ناجائز کو وقتی طور پر جائز کر دیتی ہیں وہ یا تو ایسی ہوں کہ ان سے چارہ نہ ہو، مثلاً ان کے بغیر ہلاکت کا اندیشہ ہو یا ایسی ہوں کہ ان کی رعایت نہ کی جائے تو شدید مشقت اور دشواری پیدا ہو جائے پہلی صورت کو اصطلاح میں "ضرورت" اور دوسری کو "حاجت" کہا جاتا ہے۔" (۲۷)

اسی لیے فقہاء کے یہاں قاعدہ ہے کہ:

الحاجة تنزل منزلة الضرورة (۲۸)

"حاجت کا بھی وہی حکم ہوتا ہے جو ضرورت کا۔"

اس قاعدہ کے ساتھ بنیادی شرط یہ ہے کہ ضرورت کے بقدر ہی ایسی ناجائز باتیں جائز رہیں گی۔ جبکہ امام ابو حنیفہ کا قول مشہور یہی ہے کہ حرام اشیاء سے علاج درست نہیں۔

تکرہ البان الاتان للمریض و کذلک التداوی بکل حرام۔(۲۹)

امام شافعیؒ نے عام محرمات سے تو علاج درست قرار دیا ہے لیکن شراب اور نشہ آور اشیاء سے علاج کرنے کو منع کیا ہے۔(۳۰)ان حضرات کی دلیل رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث ہے کہ:

عن عبد اللہ ابن مسعودؓ قال قال رسول اللہ ﷺ ان اللہ لم یجعل شفاء کم فی حرام۔ (۳۱)

"سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں تم پر حرام قرار دی ہیں ان میں تمھارے لیے (کوئی) شفاء نہیں رکھی۔"

مالکیہ، حنابلہ اور احناف میں امام ابو یوسفؒ نے مطلقاً تمام حرام اشیاء سے علاج کی اجازت دی ہے عالمگیری میں ہے:

یجوز للعلیل شرب الدم و البول واکل المیتۃ للتداوی اذا اخبرہ طبیب مسلم ان شفاء فیہ ولم یجد فی المباح یقوم مقامہ (۳۲)

"بیمار کے لیے خون وپیشاب کا پینا اور مردار کا کھانا ازراہ علاج جائز ہے، بہ شرطیکہ کسی مسلمان طبیب نے اس میں شفایابی کی اطلاع دی ہو اور جائز چیزوں میں اس کا کوئی بدل موجود نہ ہو۔"

احناف کے ہاں فتویٰ اس بات پر معلوم ہوتا ہے کہ منکرات کا بھی ضرورتاً استعمال درست ہے۔ چنانچہ حنفیہ نے ازراہ علاج بھنگ کی اجازت دی ہے۔ جبکہ بزازیہ میں شراب کے استعمال کی بھی اجازت دی گئی ہے۔

خاف الھلاک عطشا وعندہ خمر لہ شربہ قدرما یدفع العطش ان علم انہ یدفعہ (۳۳)

مولانا انور شاہ کشمیری کا خیال ہے کہ شاید امام صاحبؒ کے اصل مذہب میں کچھ تفصیل ہے اور مطلقاً حرام سے علاج کی ممانعت نہیں ہے اس لیے کہ طحاویؒ نے امام صاحب سے سونے کے تاروں سے دانت باندھنے کی اجازت نقل کی ہے۔ خارش کی وجہ سے ریشمی کپڑوں کے استعمال کا جواز احناف میں معروف بات ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ صورتیں بھی حرام ہی سے علاج کی قبیل سے ہیں۔ (۳۴)

اور رہ گئی وہ روایت کہ حرام میں شفاء نہیں ہے تو اس کی مختلف توجیہات کی گئی ہیں۔ ان میں یہ توجیہ بہت قوی ہے کہ یہ اس صورت میں ہے جب کہ مریض اس شئے حرام کے استعمال پر مجبور اور مضطر نہ ہو بلکہ اس کا متبادل موجود ہو۔ مزید فرماتے ہیں ممکن ہے کہ:

"آپ ﷺ نے ایسی اشیاء کے لیے "شفاء" کے لفظ کے استعمال کو مناسب نہیں سمجھا ہو کیونکہ "شفاء" کا لفظ مبارک چیزوں کی بابت بولا جاتا ہے، ناجائز چیزوں سے جو فائدہ ہو اسے "منفعت" کہنا چاہیے۔" (۳۵)

اسی لیے قرآن پاک نے شراب اور جوئے کے بارے میں فرمایا:

یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ ط قُلْ فِیْھِمَآ اِثْمٌ کَبِیْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ ز وَاِثْمُھُمَآ اَکْبَرُ مِنْ نَّفْعِھِمَا (۳۶)

"لوگ آپ سے شراب اور جوئے کا مسئلہ پوچھتے ہیں آپ کہہ دیجئے ان دونوں میں بہت بڑا گناہ ہے اور لوگوں کو اس سے دنیاوی فائدہ بھی ہوتا ہے لیکن ان کا گناہ ان کے نفع سے بھی زیادہ ہے۔"

البتہ دوائیں چونکہ ضرورت ہیں اور ازراہ ضرورت شریعت نے شراب پینے کی بھی اجازت دی ہے لہٰذا الکحل ملی ہوئی ادویہ کا استعمال درست ہوگا۔

جمادات سے علاج

جمادات سے مراد وہ تمام جامد یا مائع (بہنے والی) اشیاء ہیں جن میں نمو نہیں پایا جاتا ہے اور وہ نہ کسی نباتاتی یا حیواناتی مخلوق سے تعلق رکھتی ہے۔ مثلاً سونا، چاندی، لوہا، پتھر وغیرہ۔ ایسی تمام اشیاء کا ازراہ علاج استعمال درست ہے۔ یعنی ان کے کشتوں کا کھانا، جسم کے خارجی حصہ یا اندرونی حصہ میں ان کے مصنوعی اعضاء کا استعمال وغیرہ، اور اس کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عرفجہؓ کو چاندی اور اس کے بعد سونے کی مصنوعی ناک استعمال کرنے کی اجازت دی تھی اس کے ضمن میں عرفجہ بن سعدؓ سے روایت ہے کہ:

عن عرفجۃ بن سعد قال : اصیب النفی یوم الکلاب فی الجاہلیۃ فاتخذت انفامن ورق، فانتن علی، فامرنی رسولؐ ان اتخذ انفامن ذھب (۳۷)

"عرفجہ بن سعدؓ سے روایت ہے کہ میری ناک کلاب کے دن ایام جاہلیت کی لڑائی میں کٹ گئی تو پھر رسول اللہ ﷺ نے مجھے سونے کی ناک بنوانے کا حکم دیا کہ اس میں بدبو نہیں آتی۔"

حالانکہ ان کا یہ ناک بنانا کسی تکلیف دہ امر کی بناء پر نہیں تھا بلکہ چہرے پر پیدا ہو جانے والے ظاہری عیب کو دفع کرنے کے لیے تھا، اسی بناء پر فقہاء نے دانتوں کو چاندی اور سونے کے تاروں سے باندھنے کی اجازت دی ہے:

ویشد الاسنان بالفضۃ ولا یشدھا بالذھب و قال محمدؒ لا باس بہ (۳۸)

نباتات وحیوانات سے علاج

خالد سیف اللہ رحمانی نباتات اور حیوانات سے علاج کے بارے میں کچھ یوں لکھتے ہیں کہ:

"نباتاتی اشیاء اور ان سے بننے والی تمام چیزیں اصلاً حلال ہیں۔ صرف دو صورتیں ہیں کہ جن میں حرمت پیدا ہوتی ہے۔ اول یہ کہ ان میں نشہ پیدا ہو جائے، دوسرے اس وقت جب کہ وہ زہر اور نفس انسانی کے لیے قاتل اور مہلک ہو اس لیے کہ خود کشی حرام ہے۔ پس جو نباتاتی ادویہ نشہ آور یا زہر نہ ہوں ان کے جائز ہونے میں تو کسی شک کی گنجائش نہیں ہے۔

حیوانات میں بعض حلال ہیں اور بعض حرام، پھر جو حلال ہیں ان کو بھی اگر شرعی طور پر ذبح نہ کیا جا سکا تو وہ بھی حرام ہیں جن کو میتہ کہا جاتا ہے۔ پھر ذبیحہ میں بھی بعض اجزاء ہیں جو بہر حال حرام ہی ہیں مثلاً خون۔ اس طرح ذبیحہ حلال جانوروں کے حلال اجزاء سے علاج تو بہر حال درست اور جائز ہو گا ہی۔ حیوانات کی تین صنفوں کا مسئلہ رہ جاتا ہے۔ ایک وہ جن کا کھانا حلال نہیں۔ دوسرے وہ جن کا کھانا حلال ہے لیکن وہ مردار ہیں، تیسرے وہ حیوانی اجزاء جو بہر حال حرام ہی رہتے ہیں۔"(۳۹)

ناپاک اشیاء سے علاج

یہی حال ناپاک اشیاء کا ہے۔ قاضی ابو یوسفؒ لکھتے ہیں کہ:

"اونٹ کا پیشاب اور خون پینے کی اجازت دی ہے اگر علاج مقصود ہو۔" (۴۰)

فتاویٰ بزازیہ میں ہے کہ:

اکل خراء الحمام فی الدواء لا باس بہ۔ (۴۱)

"دوائیً کبوتر کی بٹ کھانا جائز ہے۔"

ازراہ علاج انگلیوں میں پت داخل کر دینا بھی امام ابو یوسفؒ کے ہاں جائز ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔

اما ادخال المرارۃ فی الاصبع للتداوی جوزہ الثانی و علیہ الفتوی۔ (۴۲)

یہ فقہی تصریحات اس بات کو واضح کرنے کے لیے کافی ہے کہ ضرورت انسانی کی رعایت کرتے ہوئے فقہاء نے ازراہ علاج حرام و نجس اشیاء کے استعمال کی اجازت دی ہے بشرطیکہ اس کا کوئی طبی متبادل موجود نہ ہو یا وہ اس متبادل کے استعمال پر کسی وجہ سے قادر نہ ہو کہ غیر مقدور فقہاء کے ہاں غیر موجود کے حکم میں ہوا کرتا ہے۔

ہاں یہ ضرور ہے کہ دوسری ناپاک اشیاء کے مقابلے فقہاء نے "خنزیر" کے اجزاء استعمال کرنے میں زیادہ احتیاط کی راہ اختیار کی ہے اس لیے خنزیر نجس العین ہے جبکہ بزازیہ میں مزید لکھتے ہیں کہ:

ویکرہ معالجۃ الجراحۃ بانسان اوخنزیر لانھما محرم الانتفاع (۴۳)

"یعنی خنزیر کے اجزاء کی ممانعت بھی اس وقت ہے جب کہ کوئی اور ذریعہ علاج موجود ہو، کیونکہ خنزیر اپنی حرمت اور نجاست عین کی وجہ سے مطلقاً نا قابل انتفاع ہے۔"

لہٰذا اب جب کہ ان کا استعمال انسانی زندگی کے تحفظ یا اس کی صحت کے بچاؤ کا ذریعہ ہے تو ضروری ہے کہ عین اسی مصلحت شرعی کی وجہ سے ان کے استعمال کو جائز رکھا جائے۔

خلاصہ بحث

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک خاص اور اہم نعمت صحت ہے اور انسان کا جسم اللہ تعالیٰ کی امانت۔ جس کی حفاظت و بروقت علاج ہماری ذمہ داری اور فرض عین ہے اسلامی تعلیمات میں علاج معالجہ کا حکم بھی فرمایا ہے جن میں بروقت علاج، دورانِ بیماری پرہیز و احتیاطی تدابیر پر عمل کرنا، معالج کا ازراہ علاج کسی بھی حد تک جا کر علاج معالجہ کی سہولت کو فراہم کرنا وغیرہ اس بات کی طرف اشارہ ہیں کہ شریعت میں انسانی زندگی کو بچانا کتنا اہم اور لازمی جزو ہے، اسی کے پیش نظر طب و علاج کے معاملات میں فقہاء نے خاطر خواہ کام کیا ہے تاکہ انفرادی و اجتماعی سطح کے مسائل کا حل اگر قرآن و حدیث میں موجود ہوں یا کوئی عمل کرنے یا نہ کرنے کی وضاحت نہ ملتی ہو تو اُس مصلحت کی وضاحت ہو سکے، جن کی تفصیل اس مقالہ میں بیان کرنے کی ادنیٰ سی کوشش کی گئی۔ تاکہ ان سے با آسانی مستفید ہوا جا سکے۔

حوالہ جات

1۔ البقرۃ ۲:۲۶۹۔
2۔ لقمان ۳۱:۱۰۔
3۔ الشعراء ۲۶:۸۰۔
4۔ بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الطب، باب انزل اللہ داء الا انزل لہ شفاء، لاہور، مکتبہ رحمانیہ، س۔ن، رقم الحدیث: ۵۴۶۱، ج:۲، ص:۸۴۸۔
5۔ ابو داؤد، سلیمان بن اشعث السجستانی، السنن، کتاب الطب، باب فی الادویۃ المکروھۃ، لاہور، مکتبہ رحمانیہ، س۔ن، رقم الحدیث: ۳۸۷۴، ج:۲، ص:۱۸۴۔
6۔ بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الطب، باب الاعدوی، رقم الحدیث: ۵۵۴۷، ج:۲، ص:۸۵۹۔
7۔ ابو داؤد، سلیمان بن اشعث السجستانی، السنن، کتاب الطب، باب فی الطیرۃ والخط، رقم الحدیث: ۳۹۱۵، ج:۲، ص:۱۹۰۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.5 No.3 2021

8- بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الطب، باب مایذکر فی الطاعون، رقم الحدیث:۵۵۰۵، ج:۲، ص:۸۵۳۔

9- ایضاً، باب الجذام، رقم الحدیث:۵۴۸۸، ج:۲، ص:۸۵۰۔

10- مولانا منظور احمد، اردو شرح السنن لابی داؤد، لاہور، المصباح پبلشرز، ۱۹۹۶ء، ج:۵، ص:۴۴۔

11- بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الرقاق، باب: لاعیش الا عیش الآخرۃ، رقم الحدیث:۶۴۱۲، ج:۲، ص:۴۷۵۔

۱۲- ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ، السنن، ابواب التفسیر، باب: من سورۃ الھکم التکاثر، لاہور، مکتبہ رحمانیہ، س۔ن، رقم الحدیث:۳۳۲۵، ج:۲، ص:۲۴۶۔

۱۳- ابن ماجہ، ابو عبد اللہ محمد بن یزید القزوینی، السنن، ابواب التجارت، باب الحث علی المکاسب، لاہور، مکتبہ رحمانیہ، س۔ن، رقم الحدیث:۲۱۴۱، ص:۲۷۲۔

۱۴- ابو داؤد، سلیمان بن اشعث السجستانی، السنن، کتاب الطب، باب: الرجل یتداوی، رقم الحدیث:۲۸۵۹، ج:۲، ص:۱۸۳۔

15- النساء۲۹:۴۔

16- البقرۃ۱۹۵:۲۔

17- ابن قیم، محمد بن ابی بکر، طب نبوی، لاہور، مکتبہ محمدیہ، ۲۰۰۸ء، ج:۵، ص:۱۷۸، ۱۷۶۔

18- سیوطی، جلال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر، الاشباہ والنظائر، بیروت، دار الفکر، ۱۳۰۴ھ، ص:۱۷۵۔

۱۹- النحل۴۳:۱۶۔

۲۰- الھیثمی، نور الدین علی ابن ابی بکر، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، ج:۱۰، ص:۱۷۸۔

۲۱- شاطبی، ابو اسحاق ابراہیم بن موسیٰ، الموافقات فی اصول الشریعۃ، لاہور، مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری، ۱۹۹۳ء، ص:۱۔

۲۲- رحمانی، خالد سیف اللہ، جدید فقہی مسائل، ج:۵، ص:۹۷، ۹۵۔

۲۳- الحنفی، ابن نجیم، زین الدین بن ابراہیم بن محمد، الاشباہ والنظائر، کراچی، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، ۱۴۶۸ھ، ص:۸۵۔

۲۴- البقرۃ۱۷۳:۲۔

۲۵- مالک، مالک بن انس بن مالک بن انس، الموطا، کتاب الرھن، باب القضاء فی المرفق، لاہور، مکتبہ رحمانیہ، ۱۹۹۶ء، رقم الحدیث:۴۴، ص:۵۲۳۔

۲۶- سیوطی، جلال الدین عبد الرحمن بن ابو بکر، الاشباہ والنظائر، بیروت، دار الفکر، ۱۳۰۴ھ، ص:۱۷۴، ۱۷۳۔

۲۷- ایضاً، ص:۱۷۶۔

۲۸- ایضاً، ص:۹۱۔

۲۹- الاندرپتی الدھلوی، عالم بن علاء الانصاری، فتاویٰ تاتارخانیہ، کراچی، قدیمی کتب خانہ، ۱۹۹۰ء، ص:۵۳۔

۳۰- شافعی، محمد بن ادریس، کتاب الام، لاہور، ادارۃ الاشاعت، ۱۹۹۶ء، ج:۲، ص:۱۲۳۔

۳۱- بخاری، ابی عبد اللہ محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الاشربۃ، باب شراب الحلوء والعسل، رقم الحدیث:۵۶۱۴، ج:۲، ص:۳۵۷۔

۳۲- الشیخ نظام وجماعۃ من العلماء الہند العلوم، الفتاویٰ العالمگیریہ (المعروف بالفتاویٰ الہندیہ)، پشاور، نورانی کتب خانہ، ۱۹۸۳ء، ج:۵، ص:۳۵۵۔

۳۳- محمد بن شہاب، امام، الفتاویٰ البزازیہ، کوئٹہ، مکتبہ عثمانیہ، ۱۹۹۷ء، ج:۶، ص:۳۶۶۔

۳۴- کشمیری، علامہ محمد انور شاہ، معارف السنن، کراچی، ایچ ایم سعید، ۱۹۹۱ء، ج:۱، ص:۳۷۹۔

۳۵- ایضاً، ج:۱، ص:۳۷۹۔

۳۶- البقرۃ۲۱۹:۲۔

۳۷- ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ، السنن، کتاب اللباس، باب ماجاء فی شد الاسنان بالذھب، رقم الحدیث:۲۷۰، ج:۱، ص:۴۳۹۔

۳۸- بخاری، طاہر بن عبد الرشید، خلاصۃ الفتاویٰ، کوئٹہ، مکتبہ رشیدیہ، ۱۹۹۹ء، ج:۴، ص:۳۷۔

۳۹- رحمانی، خالد سیف اللہ، حلال وحرام، کراچی، زمزمہ پبلشرز، ۲۰۱۳، ص:۱۷۱، ۱۷۰۔

۴۰- شامی، ابن عابدین سید محمد امین آفندی، ردالمحتار علی الدر المختار، (المعروف بفتاویٰ شامیہ)، کوئٹہ، مکتبہ ماجدیہ، ۱۹۸۳ء، ج:۵، ص:۲۱۶۔

۴۱- امام محمد بن شہاب، الفتاویٰ البزازیہ، ج:۶، ص:۳۶۵۔

۴۲- ایضاً، ج:۶، ص:۳۶۷۔

۴۳- ایضاً، ج:۶، ص:۳۶۵۔